تاریخ و سیر — مولانا عبداللہ سلیم صاحب دارالحدیث راجووال

گزشتہ سے پیوستہ

حضرت مولانا عبدالقادر عارف حصاری کے مختصر حالات

مولانا عارف حصاری اور نکاح بٹہ :

آپ نکاح بٹہ کو قطعی حرام کہتے تھے۔ اسی وجہ سے آپ کو اس مسئلہ میں بڑی مشکلات پیش آئیں۔ پنجاب میں خصوصاً قوم اوڈ میں نکاح بٹہ کا عام رواج ہے۔ ان مشکلات کی تفصیل کو چھوڑا جاتا ہے۔ نکاح بٹہ کے بارے میں آپ نے "فیصلہ سدیدالابرار در نکاح شغار" (دو حصہ) کتاب لکھی، اس پر انعامی چیلنج بھی دیا۔

"جو شخص نکاح بٹہ مروجہ کا ثبوت عہدِ نبویؐ، عہد صحابہؓ سے دکھائے، انعام حاصل کرے۔"

مولانا نے فرمایا، میں اپنے انعامی چیلنج کی رقم دفتر "اہلحدیث" سوہدرہ میں جمع کرا دیتا ہوں مگر اس چیلنج کو قبول کرنے کی کسی کو جرأت نہ ہوئی، چنانچہ مولانا تادم زیست نکاح بٹہ مروجہ کے سلسلہ میں اپنے صحیح عقیدہ پر خدا کی توفیق سے قائم دائم رہے۔

نکاح بٹہ مروجہ کے بارے میں عجیب واقعہ :

ریاست بہاولپور میں ایک نکاح بٹہ ہوا تھا۔ ایک اہلحدیث عالم نے اس کو فاسد باطل قرار دیا اور لکھ دیا ــــــــــ یہ نکاح ہی نہیں ہوا ہے۔ اس لیے لڑکی اپنے سرپرستوں کی ولایت میں نکاح کر سکتی ہے تو اس پر لڑکی کے سسرال نے ریاست بہاولپور کی عدالت میں دعویٰ دائر کر دیا۔ چونکہ لڑکی کے والدین اہلحدیث تھے۔ انہوں نے مفتیٔ پاکستان جناب حضرت مولانا حافظ محمد عبداللہ صاحب محدث روپڑیؒ اور مناظر اسلام حضرت حافظ عبدالقادر صاحب روپڑی سے اپنا معاملہ پیش کیا :

حضرت محدث روپڑی مرحوم نے فرمایا:

"میں عدالت میں ثبوت پیش کروں گا کہ یہ نکاح ہی نہیں منعقد ہوا۔ اس لیے لڑکی کا نکاح دوسرا صحیح ہے۔" تو اس سلسلہ میں حضرت محدث روپڑی نے مولانا عبدالقادر حصاری کو اپنا خصوصی معاون بنایا۔ مناظر اسلام مولانا حافظ عبدالقادر روپڑی کو متکلم رکھا۔ چنانچہ عدالت میں مقررہ تاریخوں پر حنفی مذہب کے علماء اور اہلحدیث علماء جمع ہوتے۔ چونکہ جج نے اختیار دیا تھا کہ دو فریقوں کے علماء کو مساویانہ حقوق ہوں گے۔ چنانچہ تین علماء اہلحدیث اور تین علماء احناف مقرر ہو گئے۔"

یہ مقدمہ ۱۹۵۰ء تا ۱۹۵۲ء مسلسل چلتا رہا۔ تمام سالوں میں اہلحدیث کی طرف سے حضرت حافظ محمد عبداللہ صاحب محدث روپڑیؒ، حضرت مولانا حافظ محمد عبداللہ صاحب محدث روپڑیؒ اور مولانا حصاری صاحبؒ تینوں حضرات تشریف لاتے اور علماء احناف ہر تاریخ پر بدل بدل کر آتے تھے اور عدالت میں نہایت مہذبانہ عالمانہ انداز میں نکاح بٹہ پر بحث ہوتی۔ حضرت مولانا حصاری حوالہ دیتے۔ حضرت محدث روپڑیؒ جج کو بیان دیتے اور مولانا حافظ عبدالقادر روپڑی عدالت میں اس پر وضاحتی تقریر کرتے اور فریق مخالف پر جرح کرتے۔

یہ منظر دیکھنے اور سننے والے ہی جانتے ہیں۔ لوگوں کو باہر کھڑے ہو کر سننے کی عام اجازت تھی۔ حنفی علماء کو یہ خدشہ و خطرہ پیدا ہو گیا کہ لوگ حقیقت پہچان جائیں گے اور مذہب حق اہلحدیث پھیل جائے گا۔ اس لیے کوئی ایسا طریقہ سوچا جائے کہ عوام نہ سن سکیں یا پھر جرح نہ ہو۔ اس عدالتی بحث میں دیوبندی حنفی اور بریلوی آپس میں متفق تھے۔

تاہم الحق یعلوا ولا یعلیٰ۔

جج نے لڑکی کے نکاح ثانی کا فیصلہ شرعی دلائل کی رو سے برقرار رکھا اور بحمدہ تعالیٰ فیصلہ اہلحدیث کے حق میں ہوا۔

جج نے زبانی تسلیم کیا اور کہا علماء اہلحدیث کے دلائل نہایت قوی ہیں اور مبنی بر حقائق ہیں اور میں اس سے بڑا متاثر ہوں۔

شروع تا آخر مقدمہ میں اہلحدیث تین عالم تشریف لاتے اور حنفی علماء بدل بدل کر کئی علماء تشریف لائے۔

مولانا حصاری کا یہ کتابچہ فیصلہ سید الابرار در نکاح شغار" عدالت کی مسل میں شامل کیا گیا۔

نوٹ : عدالت بہاولپور میں نکاح بٹہ مروّجہ کی پوری بحث اور فریقین کے دلائل دفتر "تنظیم اہلحدیث" جامع قدس لاہور میں مناظر اسلام حضرت مولانا حافظ عبدالقادر روپڑی صاحب کے پاس محفوظ ہیں۔ کاش اُوہ شائع کرا دیے جائیں۔

مولانا مرحوم اہلحدیث لڑکیوں کا نکاح بریلوی لڑکوں سے کرنا حرام ثابت کیا کرتے تھے اور اس کو اپنے حلقۂ اثر میں بند کرانے کی کوشش کرتے اور ثابت کرتے کہ بریلوی حنفی خارج از اسلام ہیں۔ جس طرح تعزیہ پرست رافضیوں اور مرزائیوں سے نکاح حرام ہے، ٹھیک اسی طرح بریلویوں سے بھی نکاح حرام ہے۔ اس پر بڑا شور و شغب ہوا تو تب آپ نے سیاحۃ الجنان بمناکحۃ اھل الایمان شائع کیا۔ اس رسالہ میں بیس وجوہات سے بریلویوں سے مناکحت حرام قرار دی گئی ہے۔ ممکن ہے کہ یہ رسالہ دفتر صحیفہ اہلحدیث کراچی سے مل سکے۔

مولانا حصاری تحقیقی مناظر بھی تھے :

مولانا تحقیقی مناظر بھی تھے۔ مرحوم نے احقاق حق اور ابطال باطل کے لیے کئی مناظرے کیے اور کرائے۔ مشتِ از خروارے پیش خدمت ہیں :

موضع دیپ سنگھ، ریاست فرید کوٹ میں آپ جماعت غرباء اہلحدیث کی طرف سے امیر مقرر تھے اور آپ مسئلہ امارت کو حق جانتے تھے مگر کسی امارت کو ایسا نہیں سمجھتے تھے کہ اس میں شامل ہو کر کسی دوسری اہل حدیث تنظیم کو کافر کہیں۔ ان کے خیال میں یہ امارتیں تنظیمی تھیں۔ چنانچہ دیپ سنگھ کے مناظرہ میں روپڑی علماء سے حضرت مولانا حافظ عبدالقادر روپڑی مناظر مقرر ہوئے۔ اور بریلویوں کی طرف سے مولانا محمد عمر اچھروی لاہوری مقرر ہوئے۔ موضوع علم غیب کلی الرسول تھا اور یہ مناظرہ مسلسل تین گھنٹے ہوا، جس میں مولانا محمد عمر اچھروی کو شرمناک شکست ہوئی اور جماعت اہلحدیث کو شاندار کامیابی ہوئی۔ اس مناظرہ کے نتیجہ میں متعدد آدمی اہلحدیث ہو گئے۔

موضع لکھانوالہ ضلع فیروزپور میں مولانا خلیب تھے۔ مولانا کی تبلیغ حق سے بریلوی حضرات

بوکھلا گئے تو انہوں نے مولانا کو مناظرہ کی دعوت دی۔ آپ نے مناظرہ قبول کیا۔ چنانچہ بریلویوں نے ملاں ملتانی کو بلوایا اور ضلع گوجرانوالہ سے مولوی محمد حسین فاضل دیوبند اور کئی علماء ان کے ساتھی تھے۔ اہلحدیث کی طرف سے حضرت مولانا حافظ عبدالستار صاحب دہلوی اور مولانا احمد الدین گکھڑوی مرحوم مقرر ہوئے۔

مولانا گکھڑوی اور مولانا محمد حسین دیوبندی کے درمیان "دیہات کے جمعہ" کے بارے میں مناظرہ ہوا۔ بفضلہ تعالیٰ مولانا گکھڑوی صاحب کامیاب ہوئے جس سے متعدد دیہاتوں میں جمعہ جاری ہو گیا۔

مولانا عبدالستار صاحب اور ملاں ملتانی کے درمیان مناظرہ فرقہ ناجیہ پر ہوا۔ موضوع کے لیے تین گھنٹے وقت مقرر تھا اور شرائط میں یہ لکھوایا گیا تھا کہ آیت کے مقابلہ میں آیت اور حدیث کے مقابلہ میں حدیث۔ قول کے مقابلہ میں قول پیش کرنا ہو گا۔

اسی لیے ڈیڑھ گھنٹہ کے بعد حنفی مناظر فیل ہو گیا اور اس نے اپنے وقت پر باآوازِ بلند اقرار کیا کہ ان شرائط کی بناء پر ہم ہار گئے۔ اب ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں ہے بحمدہٖ تعالیٰ اہلحدیث کی فتح نمایاں ہوئی۔

مناظرہ "ایک مجلس کی تین طلاقیں" چک نمبر ۷/۳۲۔۵ ایل (ساہیوال)

ضلع ساہیوال ۵-۳۲/۷ ایل میں "طلاقِ ثلاثہ مجلسِ واحدہ" پر فاضلِ دیوبند سے مولانا عارف حصارویؒ کا مناظرہ ہوا۔ دیوبندی مولوی نے ابن ماجہ سے فاطمہ بنت قیس کا واقعہ پیش کیا کہ اس کے شوہر نے مجلسِ واحدہ میں تین طلاقیں دی تھیں جس کو نفقہ اور سکنی نہیں دیا گیا۔ اس سے ظاہر ہے طلاق رجعی بائنہ مغلظہ ہے۔

مولانا نے کہا آپ کے پاس کیا دلیل ہے کہ یہ مجلسِ واحد کی تین طلاقیں تھیں، طلاقِ متفرقہ نہیں تھیں؟

فاضل دیوبند نے کہا، امام ابن ماجہ نے اس حدیث پر "باب الطلاق الثلاث فی مجلس واحد" ثبت کیا ہے۔

مولانا نے فرمایا، باب تو محدث کا ایک دعویٰ ہوتا ہے، اس کے تحت محدث جو حدیث لاتا ہے اس پر غور کرنا چاہیے کہ اس سے وہ دعویٰ ثابت ہے یا نہیں، اور

دلیل دعویٰ کے مطابق ہے یا نہیں۔ اگر دعویٰ اور دلیل میں تقریب تام ہے تو قبول ہے ورنہ نہیں۔ ابن ماجہ میں فاطمہ کا واقعہ طلاق مجمل ہے، اس کی تفصیل دیگر روایات میں ہے کہ یہ طلاق ثلاثہ متفرقہ تھیں۔ دو اس نے پہلے دی ہوئی تھیں۔ ایک جب مدینہ میں تھا اور ایک یمن سے بھیجی تھی، چنانچہ مسلم شریف میں ہے:

"ارسل الی امراتہ فاطمۃ بنت قیس بتطلیقۃ کانت بقیت من طلاقہا"

اور دوسرے طریق میں ہے:

"طلقہا اٰخر ثلاث تطلیقات"

ان روایات کی بناء پر امام نووی فرماتے ہیں:

"فالجمع بین ھٰذہ الروایات انہ کان طلقہا قبل ھٰذا لتطلیقتین ثم طلقہا ھٰذہ المرۃ الطلقۃ الثالثۃ"

فاضل دیوبند نے مسلم اور اس کی شرح ملاحظہ کر کے اپنی غلطی تسلیم کر لی۔ کیونکہ فاضل مذکور اصل میں قدرے منصف تھا اور پھر سوال اٹھایا کہ آپ کے پاس تین طلاق ایک ہوتے کی دلیل کیا ہے؟

حضرت مولانا نے مسلم شریف سے ابن عباسؓ کی حدیث پیش کی جس میں ذکر ہے:

"انما کانت الثلاث تجعل واحدۃ علی عہد النبیؐ و ابی بکرؓ وثلاثا فی امارۃ عمرؓ"

یعنی عہدِ نبویؐ اور عہدِ صدیقی اور ابتدائی عہدِ عمرؓ میں تین طلاقیں ایک رجعی شمار ہوتی تھیں۔ پھر حضرت عمرؓ نے سیاسی طور پر تین جاری کر دیں"

لیکن ان کی نیت الاستیناف کی ہوگئی تو تین جاری کر دیں، جیساکہ شرح مسلم میں ہے۔

مولانا مرحوم نے لوگوں سے خطاب کر کے فرمایا:

"فاضل دیوبند تسلیم کر گئے ہیں کہ عہدِ نبویؐ اور عہدِ صدیق میں تین طلاقیں ایک شمار ہوتی تھیں۔ اب صرف یہ بات باقی ہے کہ ان کی نیت ایک کی ہوتی تھی یا تین کی"؟

نیت باطنی عمل ہے جس کو اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی نہیں جانتا اور یہ بات عہدِ نبویؐ میں ظاہر ہوئی ہے۔ صرف بعض علماء کا اپنا خیال ہے کہ جو حجت نہیں ہے۔ پھر مولانا نے مزید ثبوت کے لیے "بلوغ المرام" سے حدیث ابو رکانہ پیش کی، جس سے مجلس واحدہ میں تین کے ایک ہونے کا خاص لفظ تھا۔

پس فاضل دیوبند خاموش ہو گیا اور لاجواب ہو گیا۔

نمبردار دبھہ اور باشندگان نے اس مسئلہ کو تسلیم کر لیا۔ عورت مطلقہ اس کے خاوند کے حوالہ کی گئی۔ جس سے آدمی نہایت شکر گزار ہوا اور عوام پر یہ مسئلہ واضح ہو گیا کہ تین طلاقیں اکٹھی دینی یا لکھنی حرام یا گناہ کبیرہ ہیں۔ اس سے بچنا چاہیے۔ مگر ایسا کرنے پر عورت حرام نہیں ہوتی، کیونکہ یہ طلاق رجعی ہے۔

قصبہ ہابڑی ضلع کرنال میں مناظرہ:

یہ مناظرہ اہل حدیث اور احناف کا مشہور ترین مناظرہ ہے۔ اہلحدیث کی طرف سے مولانا حصاریؒ مناظر تھے۔ احناف کی طرف سے مولانا خیر محمد جالندھری تھے۔ موضوعِ بحث یہ تھا:

"کتب فقہ کے مسائل حنفیہ اکثر قرآن و حدیث کے خلاف ہیں"

اس مناظرہ میں مولانا نہایت کامیاب رہے۔ اسی زمانہ میں مولانا مرحوم نے "پول حنفیہ" کتابچہ لکھا اور ایک مناظرہ مولانا عبدالکریم فاضل دیوبند سے ہوا۔ موضوع مناظرہ "بے نماز کا کفر اور اسلام" تھا۔

مولانا مرحوم کا دعوٰی تھا کہ بے نماز کافر ہے۔ مولانا عبدالکریم کا دعوٰی تھا کہ بے نماز مسلمان ہے لیکن گنہگار ہے۔

شرط یہ تھی کہ قرآن و حدیث سے بے نماز کے متعلق کافر یا مسلمان ہونے کا صاف لفظ بالتصریح دکھانا ہوگا۔ عام دلیل معتبر نہ ہوگی۔ جب دعوٰی خاص ہے تو دلیل بھی خاص پیش کرنا ہوگی تاکہ تقریب تام رہے۔ اس پر مولانا مرحوم نے بے نماز کے کافر و مشرک ہونے پر قرآن و حدیث سے لگاتار بہت سے دلائل پیش کیے اور صحابہ رضوان اللہ علیہم کا اجماع ثابت کر دیا جس کے جواب میں مولوی عبدالکریم فاضل دیوبند صرف زبان اور ہاتھ ہلاتے رہے۔ لیکن کوئی معقول اور مدلل جواب نہ دے سکے۔ صرف یہ تاویل کی کہ ان

حدیثوں میں کفر سے مراد کفر عملی ہے۔

مولانا مرحوم نے مشکوٰۃ کی وہ حدیث جو بروایت دارمی اور احمد آئی ہے کہ بے نماز فرعون، قارون، ہامان وغیرہ کے ساتھ ہوگا پیش کر کے ان کی تاویل کا ابطال کر دیا۔

پھر مولوی عبدالکریم نے بے نماز کے مسلمان ہونے پر ٹوٹے پھوٹے دلائل پیش کئے جن کو مولانا نے محدثانہ طریقہ سے اڑا دیا اور حنفی مولوی بالکل لاجواب ہوگیا۔ جب بہت اصرار کیا گیا تو آخری وقت پر مولوی عبدالکریم نے آنحضرت ؐ کے جنگ احزاب میں نماز ترک کرنے کا واقعہ پیش کر دیا۔ اگر نماز ترک کرنا کفر ہوتا تو اس فتوای کی زد نعوذ باللہ آپ ؐ پر پڑتی ــــــــــــــــــــ اس سے ظاہر ہے کہ ترک نماز کفر نہیں۔ اس پر اہل علم کو بہت توجہ ہوا کہ دیوبند کے فاضل جو بڑے مشہور مناظر ہیں۔ ایسے لچر استدلال کیوں کرتے ہیں؟ مگر وہ بے چارہ کیا کرتا، عاجز اور درماندہ تھا اور اس کو تارک نماز کے مسلمان ہونے پر کوئی صریح دلیل نہ ملتی تھی۔ اس لیے اس نے ڈوبتے کو تنکے کا سہارا ڈھونڈا مولانا مرحوم نے اس کا وہی جواب دیا جو مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نے کانگرسی لیڈروں کو اپنی ایک تصنیف میں دیا جبکہ وہ سیاسی جلسوں میں عندالضرورت نماز ترک کرنی جائز قرار دیتے تھے اور وہ واقعہ احزاب سے استدلال کرتے تھے، چنانچہ لکھا ہے۔ وعظ بالآخرۃ

. . . صفحہ بیس میں فرماتے ہیں، غضب یہ ہے کہ اس پر بعض اہل علم نے حاشیہ بھی چڑھا دیا:

"اتفاق واتحاد وہ چیز ہے کہ اس کے قائم کرنے کے لیے نمازیں قضا کر دی گئیں۔
آنحضرت ؐ نے جنگ احزاب میں نمازیں قضا کر دی تھیں"

سبحان اللہ! واہ! کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑہ۔ بھان متی نے کنبہ جوڑا۔

اوّل تو یہ بتلایا جائے کہ آنحضرت ؐ کس سے اتحاد کر رہے تھے جس اتحاد کی وجہ سے نمازیں قضا ہوئیں بلکہ وہاں تو عدم اتحاد کی وجہ سے نمازیں قضا ہوئیں۔ یعنی عدم اتحاد اس کا سبب ہوا تھا کفار سے مقابلہ اور لڑائی تھی نہ کہ اتحاد کی گفتگو۔ اگر کوئی شخص اپنے اس اتحاد کو بھی مقابلہ میں داخل کرنا چاہے تو پھر وہ یہ ثابت کرے، کیا حضور ؐ نے باوجود فرصت کے نمازیں قضا کر دی تھیں یا کفار نے آپ ؐ کو نماز پڑھنے کی مہلت ہی نہ دی تھی؟ احادیث اور واقعات میں صاف مذکور ہے کہ وہاں ترک نماز کا سبب یہ تھا کہ کفار نے آپ ؐ کو نماز کی مہلت ہی نہیں دی تھی کیونکہ مقابلہ کے وقت مہلت اپنے قبضہ میں نہیں رہتی۔

بلکہ دونوں پر موقوف ہوتی ہے۔ اگر ایک فریق مہلت لینا چاہے اور دوسرا مقابلہ سے باز نہ آئے تو اس کا مہلت لینا بے کار ہے۔ پھر اس وقت نماز کیسے پڑھی جائے؟

مناظرہ تو تھا ایسے بے نماز کے بارہ میں جو عمدًا نماز نہیں پڑھتے اور دلیل دی جا رہی تھی ایسی حالت میں ترکِ نماز کی جو مجبور اور معذوری تھی کہ نماز کی مہلت ہی نہ ملی۔ جس پر آنحضرتؐ نے بددعا فرمائی تھی:

"خدا ان مشرکوں اور کافروں کے گھروں کو آگ سے بھرے کہ انہوں نے ہمیں نماز پڑھنے کا موقعہ نہیں دیا۔"

اس لیے دیوبندی حنفی اس مناظرہ میں شکست کھا گئے اور ان کے خلاف یہ نفرت پھیل گئی کہ دیوبندی عالموں نے آں حضرتؐ کی بے ادبی کی ہے کہ آپؐ کو بے نمازوں کے برابر تارکِ صلوٰۃ بنا دیا۔ حالانکہ وہ موقعہ جنگ کا تھا جس پر امن کی حالت کو قیاس کرنا مردود ہے۔ افسوس ہے کہ یہ لوگ مقلّد ہو کر ادلّہ اربعہ سے استدلال کرتے ہیں حالانکہ نامی شرح حسامی میں ہے۔

"انما الاستدلال فعل المجتہد"

نوٹ: اس مناظرہ میں مولانا عبدالجلیل صاحب سامرودی بھی موجود تھے، جو آپ کی تحقیق سے بڑے متاثر ہوئے۔

دفتر کو ایک منی آرڈر موصول ہوا ہے جس پر نام پتہ کچھ بھی درج نہیں جن صاحب نے یہ رقم ارسال کی ہو مطلع فرمائیں یاد رکھیں منی آرڈر فارم کے کوپن پر نام پتہ، خریداری نمبر لکھنا نہ بھولیں!

(ادارہ)